قائد اہلسنت

الشاہ احمد نورانی

ماضی قریب کے آئینے میں

احمد رضا لائبریری
کتاب نمبر

ناشر : انجمن نوجوانان اسلام پاکستان

حضرت نورانی صاحب کی اہلسنّت پر نوازشات

اہل سنت و جماعت اس ملک کی غالب اکثریت ہیں۔ پاکستان بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس سواد اعظم اہلسنت و جماعت کی قربانیوں اور کوششوں کے نتیجے میں قائم ہوا۔ جبکہ دیوبندی اور اہل حدیث وہابی حضرات نے ڈٹ کر پاکستان اور دو قومی نظریے کی مخالفت کی۔ حد یہ ہے کہ آج بھی اگر سرزمین پاکستان پر "دیوبند کانفرنس" منعقد ہوتی ہے تو اس میں پاکستان، دو قومی نظریے اور کشمیر کے حق میں بات کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اخبارات میں بھی گاہے گاہے ایسے مضامین منظر عام پر آتے رہتے ہیں جن کا لب لباب یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ علماء دیوبند نے پاکستان کی مخالفت کی، اگرچہ مجلس احرار نے کانگریس کا ساتھ دیا لیکن اب پاکستان بننے کے بعد تو یہ لوگ پاکستان کی تعمیر میں مشغول ہیں اور پاکستان کے حامی ہیں لیکن افغانستان کے بحران کے دوران ایک بار پھر یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو کر سامنے آئی کہ دیوبندی علماء نے آج تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر پاکستان اور طالبان میں سے ہمیں کسی کا انتخاب کرنا پڑا تو ہماری ہمدردیاں پاکستان کے مقابلے میں طالبان کے ساتھ ہوں گی۔ انہی مولانا فضل الرحمٰن کے والد گرامی مفتی محمود صاحب کا یہ بیان اخبارات کی زینت بنا تھا کہ "اللہ کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے جرم میں شریک نہ تھے"

اسی طرح مولانا سمیع الحق صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ کشمیر میں جو جنگ ہو رہی ہے وہ تو زمین کے ایک ٹکڑے کے حصول کے لئے ہو رہی ہے۔ وہ درحقیقت جہاد نہیں ہے۔ جہاد تو دراصل افغانستان میں ہو رہا ہے اور جو پاکستانی کشمیر میں جنگ لڑ رہے ہیں وہ جہاد میں حصہ نہیں لے رہے۔ ہندو کے خلاف اپنی آزادی اور اسلامی حکومت کے قیام کے لئے جدوجہد تو جہاد نہیں جبکہ شمالی اتحاد کے مسلمانوں کے خلاف لڑائی جہاد ہے۔

ایک سیدھا سادا مسلمان، ایک محب وطن پاکستانی ان بیانات کو سن کر، پڑھ کر حیران اور ششدر رہ جاتا ہے کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ پاکستان کی جڑیں کاٹنے والے آخر وطن

عزیز میں اس قدر اہمیت کے حامل کیوں ہیں' ان کو اور ان کی جماعت کو تحفظ دینے والے یہ کون ہیں اور حکومت آخر مصلحت پسندی کا شکار کیوں ہے۔ اگر وطن عزیز کے خلاف اتنے واضح بیان دینے والوں کے خلاف بھی کارروائی نہیں ہو سکتی تو پھر قانون اور عدالت کس مرض کی دوا ہیں۔

جبکہ ایک تاریخ کا طالب علم حیران و پریشان ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے پاکستان کی تحریک میں ہر قربانی پیش کی' جانیں قربان کیں' زمین' جائیداد' مال و منال سے ہاتھ دھوئے' جو لوگ اپنے اعزاء و اقرباء کی لاشیں بے گور و کفن چھوڑ کر اپنی بہوؤں' بیٹیوں کی عصمتوں کے جنازوں کو کندھا دے کر وطن عزیز پاکستان کے خواب آنکھوں میں سجائے آئے تھے' پاکستان بننے کے بعد وہی بے حیثیت ٹھہرے اور جنھوں نے ہر محاذ پر پاکستان کی مخالفت کی۔ انہیں یہاں عزت' شہرت' دولت اور حکومت سب کچھ میسر آیا۔ یہ تاریخ کے ساتھ کیسا بھونڈا مذاق ہے۔ یہ حقائق مسخ کرنے کی کیسی مذموم سازش ہے۔ آج تک کلام اقبال جن کی دو قومی نظریے سے مخالفت پر گواہی دیتا ہو وہ لوگ بڑے دھڑلے سے تحریک پاکستان کے سپاہی قرار پائیں۔

ان دیوبندیوں' وہابیوں کا مرثیہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ رونا ان حضرات کا بھی ہے جن کے اکابر نے پاکستان قائم کیا۔ یہاں پاکستان میں بھی انہیں عزت ملی۔ اہل سنت کی قیادت کا شرف ملا۔ عوام و خواص اہلسنّت نے انہیں سر آنکھوں پر بٹھایا۔ ایک طویل مدت تک بلا شرکت غیرے اہلسنّت کی قیادت کے مزے لوٹتے رہے۔ من مانی کرتے رہے لیکن بالاخر انہوں نے اپنے مسلک و مذہب کی بجائے دیوبندیوں اور وہابیوں کے ایجنٹ کی حیثیت سے ان کی خدمت کی ٹھان لی۔

مولانا شاہ احمد نورانی کو اہل سنت کا قائد تسلیم کیا گیا۔ ان کی شخصیت کی تعمیر کے لئے ان کے گرد عقیدت و محبت کا ایک ہالہ تیار کیا گیا۔ اہل سنت کو ایک مرکز پر لانے کے لئے ان کی قوت کو مجتمع کرنے کے لئے' اختلاف و انتشار سے بچنے کے لئے حضور غزالی دوراں جیسی ہستی نے ان کی قیادت کا اعلان کیا لیکن آج جب ہم سوچتے ہیں کہ ہم نے

ان کی قیادت میں کیا کھویا کیا پایا تو محرومیوں، ناکامیوں اور مایوسیوں کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

جمعیت علمائے پاکستان وہ جماعت ہے جو حضرت نورانی صاحب قبلہ کی صدارت سے پہلے مغربی پاکستان میں پی پی پی کے بعد سب سے بڑی عوامی قوت تھی۔ سب سے زیادہ ووٹ لینے والی جماعت تھی۔ ۲۰ سال تک مولانا نورانی اس کی صدارت پر متمکن رہے اور اکابر اہلسنت کے علاوہ محنتی کارکنوں اور جاں نثار ورکروں کو JUP سے نکالنے اور بدظن کرنے کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ پورے ملک میں علماء و مشائخ، عوام و خواص منتیں کرتے رہے، درخواست کرتے رہے، التجائیں کرتے رہے کہ قائد محترم! کرم فرمائیں، اختلاف و انتشار کی بجائے اتحاد و اتفاق کا راستہ اپنائیں لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور ہر آنے والا دن حضرت قبلہ نورانی صاحب کی توجہات کے نتیجے میں اہلسنت کے لئے مزید مایوسیاں اور ناکامیاں لے کر آتا رہا۔

مزے کی بات یہ ہے کہ اہلسنت کے ساتھ یہ سب کچھ کرنے والے قائد اہلسنت، گستاخان رسول کا دفاع اس شدت سے کرتے رہے کہ شاہ سے زیادہ شاہ کی وفاداری کی پھبتی بخوبی صادق آتی ہے۔ چند روز پہلے جنرل پرویز مشرف سے ملاقات کے دوران ان جماعتوں کے نمائندے تو دم سادھے بیٹھے تھے جن پر تخریب کاری اور دہشت گردی کے الزامات ہیں اور حضرت نورانی صاحب ان سب کی ترجمانی فرماتے رہے اور انہیں فتنہ و فساد اور دہشت گردی سے بری الذمہ قرار دیتے رہے اور تمام الزام لسانی علاقائی تنظیموں کے سرڈال کران تنظیموں کی صفائی پیش کرتے رہے جن کے سیاہ کارناموں سے روز اخبار بھرے رہتے ہیں۔

حضرت نورانی صاحب کی ترجیحات کا عالم یہ ہے کہ ۱۸ مئی ۲۰۰۱ء کو جب سنی تحریک کے قائد محمد سلیم قادری کی لاش خون میں لت پت سول ہسپتال میں پڑی تھی اس ۔ت کراچی کے ہوٹل پیراڈائز میں یوم مجدد کے عنوان سے مشترک جلسہ عام سے حضرت ۔رانی صاحب خطاب فرما رہے تھے۔ اس جلسے سے قاضی حسین احمد، مولانا فضل الرحمٰن

اور مولانا سمیع الحق نے بھی خطاب فرمایا۔ اس پر بات ختم نہیں ہو جاتی بلکہ دوسرے دن قائد سنی تحریک کے جنازے میں شرکت کے لئے جب حضرت نورانی صاحب تشریف فرما ہوئے تو اس سے پہلے وہ ہوٹل جبیس صدر کراچی میں انہیں عمائدین قوم کے ساتھ مشترکہ جلسے میں موجود تھے۔ جبکہ یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ محمد سلیم قادری کے قاتلوں میں سے ایک شخص جو گارڈ کی گولی سے مارا گیا تھا' اس کا تعلق سپاہ صحابہ سے تھا۔

یہ تمام تفصیلات بہت دردناک بھی ہیں اور عبرت انگیز بھی۔ اگر کبھی موقع ملا تو انشاء اللہ نذر قارئین ہوں گی۔ اس وقت تو یہ بتانا مقصود تھا کہ ایک طرف تو اہلسنت کی قیادت کے علمبردار یہ کھیل' کھیل رہے تھے اور دوسری طرف اہلسنت کا درد رکھنے والے اتحاد و اتفاق کی کوششوں میں مصروف تھے۔

چند نوجوانوں نے' چیدہ علماء کرام اور مشائخ عظام نے باہمی رابطہ قائم کیا اور ان دردمند لوگوں نے کوشش کر کے جماعت اہلسنت پاکستان جو دو دھڑوں میں بٹی ہوئی تھی' اسے اکٹھا کیا اور جماعت اہلسنت پاکستان نے اتحاد و اتفاق کی برکت سے اہل سنت کی ڈولتی ڈگمگاتی کشتی کو سہارا دینے کی کوشش شروع کی۔

ملتان مدینتہ الاولیاء میں ۲۰۰۰ء اپریل میں عظیم الشان' بین الاقوامی سنی کانفرنس کے انعقاد کا بیڑا اٹھایا۔ یہ دراصل ایک کوشش تھی اہل سنت کو مایوسیوں سے نکالنے اور امید کی کرن دکھانے کی۔ الحمدللہ یہ عظیم الشان فقید المثال اجتماع اہلسنت کے لئے بے حد تقویت کا سبب بنا لیکن اس سے پہلے کہ حوصلے مزید بلند ہوتے' اہلسنت امید کی مشعل لے کر مستقبل میں فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑتے اور کھویا ہوا وقار پا لیتے' مولانا نورانی اور ان کے رفقاء کار کی طرف سے الزام تراشیوں اور گالیوں کی بوچھاڑ نے مایوسی کی دھند کو چھٹنے نہیں دیا اور اس سنی کانفرنس کے ذریعے اہلسنت کی طاقت اور وقار کی بحالی کے راستے میں کوہ گراں لا کھڑے کئے۔

جماعت اہلسنت پاکستان کے اکابر نے فیصلہ کیا کہ ہمیں ان منفی رویوں کے باوجود تعمیری کام جاری رکھنا ہے۔ اہلسنت نے ہمیں جو اعتماد دیا ہے اس کا بھرم رکھنا ہے اور حتی

الامکان ہمیں اہلسنت کی ترقی کا سفر جاری رکھنا ہے۔ چنانچہ کانفرنس ۲۰۰۰ء میں کئے گئے وعدوں میں سے سب سے اہم وعدے کی تکمیل کرتے ہوئے سنی سیکرٹریٹ قیام کے لئے لاہور کے قریب تقریباً ایک کروڑ روپے کی خطیر رقم سے ساڑھے دس ایکڑ زمین حاصل کی گئی اور سنی سیکرٹریٹ کا نقشہ بنا کر اس کی تعمیر شروع کر دی گئی اور اکتوبر ۲۰۰۱ء میں باقاعدہ سنگ بنیاد بھی رکھ دیا گیا۔

اس تمام سفر کے دوران صبر و تحمل اور قوت برداشت کا وہ مظاہرہ دیکھنے میں آیا جو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ جماعت اہلسنت پاکستان کے وہ عہدے دار و اراکین جو حضرت مولانا نورانی صاحب قبلہ کی سازشوں کو پروان چڑھانے میں ان کے مددگار رہے۔ اگرچہ وہ عہدیدار جماعت اہلسنت کے تھے' اگرچہ حلف انہوں نے جماعت سے وفاداری کا اٹھایا تھا لیکن سب کچھ فراموش کر کے وہ مولانا نورانی صاحب کے عزائم کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ ان کے خلاف اگرچہ درخواستوں کی بھرمار تھی' خود ان کا منفی طرز عمل' جماعت کی مرکزی قیادت سے انحراف' دستور کی خلاف ورزی' سازشوں کے تانے بانے' تحریری طور پر گستاخانہ اور اشتعال انگیز رویہ' جماعت اہلسنت کے نام کا غلط طور پر استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ' جرائم کی ایک طویل فہرست ان کے کھاتے میں تھی' لیکن مرکزی قیادت نے ہر تلخ گھونٹ مسکرا کر حلق سے اتار لیا اور ان لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی محض اس خیال سے نہ کی کہ انتقامی جذبے کے تحت کہیں جماعت اور مسلک کو نقصان نہ پہنچے۔

بالآخر نئے انتخابات کا مرحلہ آن پہنچا۔ اب جبکہ دستوری جمہوری انتخابات کے نتیجے میں جماعت کے ان غداروں کو گھاس نہ ڈالی گئی اور نئے انتخابات میں ان کو سبکدوش کر دیا گیا تو یہ ان کی انا پر کاری ضرب تھی۔ چنانچہ حضرت قبلہ مولانا شاہ احمد نورانی کی صدارت میں ۷ / ۲ دسمبر ۲۰۰۱ء کو کراچی میں ایک نام نہاد اجلاس بلا کر متوازی جماعت اہلسنت قائم کر دی گئی۔

اگرچہ اتمام حجت کے لئے جماعت اہلسنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ چند روز پیشتر مولانا نورانی صاحب سے ملاقات کے لئے بھی تشریف لے گئے اور ان کی خدمت میں پوری دل

سوزی کے ساتھ عرض کیا کہ آپ اس ارادے سے باز آجائیں مگر جن کا کام ہی اہلسنت میں پھوٹ ڈالنا ہو وہ بھلا یہ صائب مشورہ کیوں مانتے؟ چنانچہ انہوں نے وہی کیا جو آج تک کرتے چلے آئے ہیں۔

آج کل ہمارا وطن تاریخ کے انتہائی نازک موڑ پر کھڑا ہے۔ بھارت کی فوجیں سرحد پر جمع ہیں۔ جنگ کے مہیب سائے منڈلا رہے ہیں۔ افغانستان کے بحران کے نتیجے میں ہماری معیشت اس قدر تباہی سے دوچار ہو چکی ہے کہ ہم چند دن کی جنگ کے بھی متحمل نہیں ہو سکتے' اسلام دشمن طاقتیں بھی واحد اسلامی نیو کلیئر پاور کو تگنی کا ناچ نچانے میں دلچسپی رکھتی ہیں' دیوبندیوں' وہابیوں نے ہتھیاروں کی زبان اس کثرت اور شدت سے استعمال کی ہے کہ اب جذبہ جہاد گالی بن گیا ہے اور بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے لئے اپنی امن پسندی اور اپنے وقار کی حفاظت کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ ایسے مشکل وقت میں پاکستان بنانے والے' پاکستان کے قیام کے حقیقی ذمہ دار افراد کو بہت بڑے چیلنج کا سامنا ہے اور اگر اس چیلنج کو قبول کر کے ہم صحیح سمت میں قدم اٹھا سکیں تو یہ اہلسنت کے لئے اپنا اصلی مقام پانے اور اہمیت منوانے کا سنہری موقع ہے لیکن اس وقت بھی اگر ہم آپس میں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچتے' اپنی تمام تر توانائیاں ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرنے میں لگے رہے تو ہم مزید پچاس سو سال پیچھے چلے جائیں گے۔ حکومت نے بھی اہلسنت اور جماعت اہلسنت پاکستان کی اہمیت اور مثبت رویے کو تسلیم کرتے ہوئے ۲۷ دسمبر کو اہلسنت کے اکابر علماء و مشائخ سے رابطہ کیا۔ جنرل پرویز مشرف صاحب سے ملاقات ہوئی۔ جس میں ان علماء و مشائخ نے حکومت کے سامنے اہلسنت کی نمائندگی کا حق ادا کیا۔ اگر نورانی صاحب قبلہ کی تقریر دل پذیر کے نتیجے میں اہلسنت کے مثبت رویے اور تعمیری فکر پر آنچ نہ آئی تو انشاء اللہ اہلسنت اپنے مقاصد کی تکمیل اور اہداف کے حصول میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

ایسے میں عوام اہلسنت کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ سے یہ سوال کریں کہ انہوں نے ایسے اہم وقت میں جماعت اہلسنت پاکستان کو نشانہ بنانا

کیوں ضروری سمجھا۔ ان کے پاس JUP کا پلیٹ فارم جیسا تیسا بھی ہے، موجود ہے۔ ماشاء اللہ ورلڈ اسلامک مشن بھی موجود ہے اور ختم نبوت کے نام پر بھی ایک تنظیم تیار کی ہے۔ عوام اہلسنت ان سے پوچھیں کہ کیا کام کرنے کے لئے یہ پلیٹ فارم آپ کے لئے ناکافی تھے۔ اگر جماعت اہلسنت پاکستان کے ساتھ مل کر آپ کام نہیں کر سکتے تھے تو کسی اور نام سے کام کرنا کیا آپ کے لئے ممکن نہ تھا۔ وہ نام جو دیوبندیوں، وہابیوں نے اپنا لئے ہیں اور ان پر اجارہ قائم کر رہے ہیں۔ کیا ان کو آپ استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ جمیعت اہلسنت، سواد اعظم اہلسنت جیسے نام کیا آپ منتخب نہیں فرما سکتے تھے۔ آخر یہ نگاہ کرم خاص جماعت اہلسنت پر ہی کیوں پڑی، وہ بھی ایسے وقت میں جب جماعت اہلسنت تاریخ میں پہلی بار اہلسنت کے خوابوں کی تعبیر کا سامان فراہم کر رہی ہے۔ جماعت اہلسنت کی باکردار فعال اور متحرک قیادت کے ہوتے ہوئے متوازی جماعت قائم کرنا کیا اختلاف و انتشار پیدا کرنے کی سازش نہیں۔ یہ تمام سوال اہلسنت کو، عوام کو، کارکنوں کو، مسلک کا درد رکھنے والوں کو، اتحاد و اتفاق کا خواب دیکھنے والوں کو مولانا شاہ احمد نورانی سے ضرور کرنے ہیں۔ وہاں سے جواب تو جو ملے گا وہ ہم بخوبی جانتے ہیں۔ جواباً" گالیاں دی جائیں گی، کیچڑ اچھالا جائے گا، الزام تراشی ہوگی اور اگر ہم اپنے دفاع کی جسارت کریں گے اور درخواست کریں گے کہ آپ جو کچھ بھی بہتان لگا رہے ہیں ذرا عدالت میں ثابت کر دیجئے تو اس مطالبے کو اس درخواست، حصول انصاف کی اس کوشش کو اپنی عزت پر حملہ تصور کیا جائے گا۔ لیکن وہ جو نیتوں کا حال جانتا ہے اس سے استغاثہ ہے دل کی گہرائی سے التجاء ہے کہ مولا کریم، غفور الرحیم ہم سب کو ہماری نیتوں کا پھل عطا فرما۔ اہلسنت کی آزمائش کو اب مختصر فرما دے۔ ان چند لوگوں کے گناہوں کی سزا تمام اہلسنت کو نہ دے۔

آمین بجاہ سید المرسلین!

پانی کا پانی

حضرت نورانی صاحب قبلہ کے کرم فرما ان کے ساتھ وہی سلوک فرما رہے ہیں جو پورس کے ساتھ اس کے ہاتھیوں نے کیا تھا۔ اگر کہیں ہم ان کو طرح دے جائیں ان کے "کارنامے" منظر عام پر لانے میں کوتاہی کے مرتکب ہو جائیں تو ان کے "نادان دوست" مصر ہو جاتے ہیں اور بالاخر وہ باتیں کہلوا لیتے ہیں جو ہر کسر پوری کر دیتی ہیں۔

ہم نے جب گزشتہ سے پیوستہ "السعید" میں حضرت موصوف کے لئے "ایجنٹ" کا لفظ استعمال کیا تھا تو جان بوجھ کر تفصیل میں جانے سے گریز کیا تھا، مگر کچھ لوگ ہیں جو نہیں چاہتے کہ کوئی پردہ، کوئی بھرم باقی رہ جائے۔ ایک مہربان نے سوال کیا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت نورانی صاحب کو بدمذہبوں کا ایجنٹ قرار دینا غلط ہے۔ دیوبندیوں، وہابیوں اور شیعہ حضرات سے اہل سنت کا تعلق اور ملاقات تو تحریک پاکستان میں، تحریک ختم نبوت میں اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی رہی ہے۔ اس وقت جو اکابر اس راہ و رسم میں شامل تھے پھر تو ان سب کو بھی بدمذہبوں کا ایجنٹ کہنا پڑے گا۔ اس اعتراض کے جواب میں اس مہربان کو ہم نے سمجھایا کہ نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے یا ختم نبوت کے عقیدے کے تحفظ کے لئے اگر ہم مسلکی غیرت اور تسلب کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی تحریک کو قوت دینے کے لئے ان لوگوں سے رابطہ کریں تو اسے حکمت عملی کہیں گے اور اگر ہم ان بدمذہبوں کے مفادات کے لئے استعمال ہونے لگیں، اگر ہم ان کے مقاصد کے حصول کے لئے سرگرم ہو جائیں، اگر ہم ان کا نفس ناطقہ بن جائیں، اگر ہم اپنا مفاد، اپنا منصب، اپنا نصب العین فراموش کر دیں اور دوسروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن جائیں تو ایسی صورت میں ایجنٹ کا لفظ بہت ہلکا لفظ ہے۔ ہم نے جو کچھ کہا اس کے لئے زیادہ لمبی چوڑی دلیلوں کی ضرورت نہیں، صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ملتان کی عظیم الشان سنی کانفرنس میں تو حضرت قبلہ نورانی صاحب مدظلہم العالی تشریف نہیں لائے۔ اس سے بائیکاٹ کیا، اخبارات میں سنی کانفرنس کے خلاف باقاعدہ مہم چلائی، اس کے خلاف الزامات لگائے گئے، اندیشے ظاہر کئے گئے۔ خواہ یہ سنی کانفرنس نورانی صاحب اور ان کے

ہمنواؤں کے بقول' ان کے مخالفین اور مفاد پرستوں کا اجتماع تھا لیکن تھے تو یہ سب یارسول اللہ کے نعرے لگانے والے۔ ان میں کوئی گستاخ رسول' کوئی اولیاء کا دشمن تو نہ تھا' اس میں آنا تو نورانی صاحب کو گوارا نہ ہوا بلکہ اس کی بھرپور مخالفت کی گئی مگر جماعت اسلامی کے شہر قرطبہ کی افتتاحی تقریب میں زینت محفل بنے۔ اس سے پہلے اکابر کا یہ شیوا تو نہ تھا' اپنی تقاریب' اپنا سٹیج چھوڑ دیں' نفرتوں کے بیج بوئیں' تفرقے کی بنیاد ڈالیں' شورش برپا کریں' فساد پھیلائیں' لاکھوں کے اجتماع کو "منی کانفرنس" کہہ کر تضحیک کا نشانہ بنائیں اور جناب قاضی حسین احمد کے فرمان عالی شان پر سر کے بل حاضر ہوں۔

اگر حضرت نورانی صاحب کے احکام یا فرمان سے کوئی روگردانی کر جائے تو ان کی انا پر اتنی ضرب کاری لگتی ہے کہ اس شخص کے لئے در توبہ بند ہو جاتا ہے۔ اگر بالفرض بالفرض کوئی ان کی شان اقدس میں گستاخی کا مرتکب ہو جائے تو وہ دین فروش' ضمیر فروش' ایمان فروش قرار پائے۔ اگر کچھ بزرگ اتحاد و اتفاق کی بات چلائیں تو سب سے پہلی شرط ہو کہ "معافی نامہ تحریر کیا جائے" لیکن گستاخان رسول سے اتحاد و اتفاق کے لئے کسی معافی نامے کی ضرورت نہ رہے بلکہ "قائد اہلسنّت" خود ان کے وکیل صفائی بن جائیں۔ اگر ضرورت ہو وضاحت کی تو جنرل پرویز مشرف صاحب سے ملاقات کے دوران حضرت قائد اہلسنّت کا وہ خطاب سماعت فرمائیں جو آپ نے ان گستاخان رسول کی برات اور صفائی کے لئے ارشاد فرمایا۔ جس میں انہوں نے حکومت کی طرف سے عسکری تنظیموں پر پابندی کے فیصلے کو غلط اور ناروا قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "یہ عسکری تنظیمیں تو سرحد پار مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے کام کر رہی ہیں۔ افغانستان میں' کشمیر میں حکومت کی امداد و اعانت اور سرپرستی میں کام کرتی رہی ہیں۔ آخر یکایک یہ تخریب کار اور دہشت گرد کیسے بن گئیں۔ پھر تو یہ دہشت گردی حکومتی سرپرستی میں ہو رہی تھی۔ نہیں---- ملک میں جو فرقہ وارانہ فسادات ہیں قتل و غارت گری ہے' اس سے ان جہادی تنظیموں کا کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہے یہ کام تو ان لسانی عصبیت پیدا کرنے والی تنظیموں کا ہے' ایم کیو ایم اور دیگر قوم پرست تنظیموں کا ہے جو دہشت گردی کر کے الزام مذہبی جماعتوں

پر ڈالتی ہیں اور اس طرح دین و مذہب کو بدنام کرتی ہیں"۔ اس اجلاس میں موجود شرکاء کو بلکہ ایک آدھ سرکاری نمائندے کو گواہ کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ اب آپ خود فرمائیے کہ یہ خطاب دل پذیر جو حضرت نورانی صاحب قبلہ نے فرمایا اس سے ان بدمذہب دہشت گردوں کو تحفظ ملتا ہے یا نہیں جن کے ہاتھوں میں ہتھیار اس وقت اہلسنت کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہیں۔ تحریک نظام مصطفیٰ میں، تحریک ختم نبوت میں، ہمارے اکابر نے کوئی بھی حکمت عملی اختیار کی تھی لیکن وہ مسلک و مذہب کے ان دشمنوں کے وکیل صفائی اور ان کے ایجنٹ نہیں بنے تھے۔

آج ہر شخص اپنی انا کے بت کی پوجا میں مصروف ہے۔ کسی شخص کو کسی جماعت سے نکال دیا جائے یا سبکدوش کر دیا جائے تو اسے اپنی توہین سمجھ کر، انا پر ضرب کاری قرار دے کر فوراً ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کے چکر میں پڑ جاتا ہے۔ یقین نہ آئے تو پیر افضل قادری صاحب سے لے کر حضرت مولانا محمد عرفان مشہدی تک مطالعہ اور ملاحظہ فرمالیجئے۔ لیکن ہم بڑے فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ خود پسندی اور انا پرستی کے اس دور میں حضور غزالی دوراں کے فرزند بالکل مختلف، قابل تقلید مثالیں قائم کر رہے ہیں بلکہ نئی تاریخ رقم کر رہے ہیں۔

مدیر اعلیٰ السعید کے ساتھ جمعیت علماء پاکستان کی قیادت نے جو کچھ کیا اس کے بعد ہر شخص یہ توقع کر رہا تھا کہ اب جمعیت کا "کاظمی گروپ" وجود میں آئے گا۔ لیکن انہوں نے اہل سنت میں مزید پھوٹ اور اختلاف ڈالنے کی بجائے اپنی قیادت و صدارت کے لئے راہیں نکالنے کی بجائے مرکزی جمعیت علماء پاکستان میں غیر مشروط شمولیت کو ترجیح دی۔ اگرچہ انہیں چیف آرگنائزر کا عہدہ دیا گیا لیکن وہ کسی عہدے اور منصب سے مشروط ہو کر مرکزی جمعیت میں شامل نہ ہوئے تھے۔

اسی طرح جب جانشین امام اہلسنت کی جگہ حضرت مفتی عبد القیوم ہزاروی، صاحب تنظیم المدارس کے صدر منتخب ہوئے تو جامعہ انوار العلوم ملتان میں ملتان اور گرد و نواح کے مدارس کے مہتمم اور شیوخ الحدیث کا اجلاس بلا کر صرف اس طریقہ کار کی مذمت کی

گئی جو نئے انتخابات کے لئے اپنایا گیا تھا۔ شرکاء گواہ ہیں کہ وہاں بڑی شدومد سے ان انتخابات کے بائیکاٹ اور نئی تنظیم المدارس کے اعلان کا تقاضا کیا گیا۔ لیکن غزالی دوراں علیہ الرحمہ کے صاحبزادگان نے یہ بات واضح کر دی کہ ہمارا گھرانہ کبھی اہلسنّت کے اختلاف و انتشار کا باعث نہ بنے گا۔ جماعتوں میں، تنظیموں میں نئے انتخابات اور ان کے نتیجے میں نئی قیادت کا آنا کسی طرح قابل مذمت نہیں۔ ہمیں صرف اس رویہ پر اعتراض ہے جو نئے صدر کے انتخاب کے لئے اپنایا گیا۔ اس لئے ہم صرف ایک قرار داد مذمت پاس کرنا چاہتے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص اس اجلاس کی غرض و غایت کے بارے میں کوئی اور رائے رکھتا ہے یا اسے ناکام اجلاس قرار دیتا ہے تو ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔

اے لب یار تجھ کو میری قسم

کبھی سچی قسم بھی کھائی ہے؟

حق و صداقت کی نشانی کے پیروکاروں نے حق و صداقت کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کے بعد ان سے حق و صداقت کی توقع رکھنا بدترین خوش فہمی کے سوا اور کیا ہے۔ بہرحال ان دو مثالوں سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ حضور غزالی دوراں کے صاحبزادگان کسی صورت میں اہل سنت کو پارہ پارہ کرنے والوں کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں بلکہ اہل سنت میں پھوٹ ڈالنے والوں کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔ بلکہ کچھ ایسے حضرات جو اس سے پہلے صورت حال واضح نہ ہونے کے باعث تذبذب اور بے یقینی کا شکار تھے اب ہمارے "کرم فرماؤں" کی مہربانیوں کے باعث اصل کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ مجاہد اہلسنّت، حضرت مولانا خدا بخش اظہر علیہ الرحمہ جو حضور غزالی دوراں کے اولین شاگردوں میں سے تھے۔ ان کے صاحبزادے مولانا محمد اقبال اظہری جمعیت سے پرانی وابستگی کے باعث حتمی فیصلہ کرتے ہوئے ہچکچا رہے تھے۔ بالاخر صحیح نتیجے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ ملاحظہ فرمایئے ان کا مکتوب گرامی۔۔۔

محترم جناب قاری زوار بہادر صاحب

ایڈیٹر ندائے اہلسنّت لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ندائے اہلسنّت کی مجلس مشاورت میں آپ نے فقیر کا نام شامل فرمایا۔ آپ کا بے حد شکر گزار ہوں لیکن کچھ عرصہ سے حضور غزالی دوراں اور آپ کے خاندان کے بارے میں نہایت نازیبا تحریریں شائع ہوتی رہی ہیں۔ خصوصاً حالیہ تازہ شمارہ میں حضور غزالی زماں علیہ الرحمہ کے خانوادہ کے بارے میں جو کچھ آپ نے شائع کیا ہے پڑھ کر انتہائی قلبی افسوس ہوا۔ ایک دینی مجلہ میں ایسے الفاظ کی اشاعت ناقابل برداشت ہے۔ اختلاف رائے اپنی جگہ لیکن اس حد تک چلا جانا بہت ہی تکلیف دہ بلکہ اشتعال انگیز ہے۔

چنانچہ آپ سے درخواست ہے کہ آئندہ فقیر کا نام مجلس مشاورت میں استعمال نہ کیا جائے کیونکہ حضور امام اہلسنّت قبلہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اور صاحبزادگان میری عقیدت و محبت کا مرکز ہیں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو میں قانونی چارہ جوئی کا حق محفوظ رکھتا ہوں۔

دعاگو

محمد اقبال اظہری

۲۰۰۲-۳-۳

مولانا محمد اقبال اظہری صاحب کی طرح شیخ الحدیث مولانا غلام فرید ہزاروی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے بھی نورانی صاحب کی جماعت کی طرف سے حلف نہیں اٹھایا اور نہ ہی ان کی کسی میٹنگ میں شرکت کی۔ انہیں ان کی مرضی کے خلاف صوبائی امیر نامزد کر دیا گیا تھا۔ ان کا فرمان یہ ہے کہ حضور غزالی دوراں رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادگان کے خلاف وہ کسی تنظیم کا حصہ بننے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس لئے ان کا مرکزی جماعت اہلسنّت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ اتحاد اہلسنّت کے لئے اپنی

کوششیں جاری رکھیں گے۔ جس کے جواب میں مدیر اعلیٰ السعید نے اتحاد اہلسنت کے لئے اپنی طرف سے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔

ادھر حضرت مولانا پروفیسر محمد سعید اسعد صاحب نے بھی نورانی صاحب کی مرکزی جماعت اہلسنّت کے مرکزی نائب امیر بننے سے معذرت کی ہے۔ یہ عہدہ بھی ان کی رضامندی حاصل کئے بغیر تفویض کر دیا گیا تھا۔ پروفیسر صاحب کو اگرچہ جماعت اہلسنّت پاکستان کی قیادت سے یہ شکوہ ضرور ہے کہ پنجاب میں قیادت کی تبدیلی ان کے مشورے کے بغیر اور لاعلمی میں کی گئی لیکن انہوں نے کمال ظرف کا مظاہرہ کرتے ہوئے غزالی دوراں کے خانوادے کے خلاف کسی تحریک یا جماعت کا حصہ بننے سے معذرت کی۔ اسی لئے آج تک نہ تو انہوں نے حلف اٹھایا ہے اور نہ ہی اس نامزدگی کے بعد کسی اجلاس میں شریک ہوئے ہیں۔ مدیر اعلیٰ السعید سے بالمشافہ گفتگو میں انہوں نے جماعت سے ہٹ کر مسلک و مذہب کی خدمت اور تبلیغ و اشاعت میں مشغولیت کا عذر کیا اور بتایا کہ میں فی الحال تنظیمی معاملات سے علیحدہ ہوں۔

ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ ایسے باقی تمام حضرات جو کسی حسن ظن یا خوش فہمی کے باعث متوازی جماعت قائم کرنے والوں کے ساتھ چل رہے تھے جلد ان کی نیتیں بھانپ کر جماعت اہلسنّت پاکستان کی سرپرستی فرمائیں گے۔

تازہ ترین فیصلہ کاہنہ لاہور کے مولانا محمد اشرف سعیدی کا ہے، جنہوں نے اہلسنّت کے خلاف ان لوگوں کی نیتوں کو بھانپتے ہوئے جمعیت علمائے پاکستان ضلع لاہور کے عہدہ اور ندائے اہلسنّت کی مجلس مشاورت سے استعفیٰ دے دیا ہے اور اپنے سابقہ طرز عمل پر جانشین غزالی زماں سے معافی کے خواستگار ہیں۔

قصہ "قائد اہلسنّت" بننے بنانے کا

مولانا محمد حسن علی رضوی۔ میلسی

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے خوف سکندر ہے نہ اندیشہ دارا

نوائے وقت کی اشاعت میں ایک عزیز کا ایک اخباری بیان چھپا ہے کہ "مولانا نورانی اہلسنّت کے مسلمہ قائد ہیں"۔ اس سے قبل بھی چند ایک مولانا کے عقیدت مند دوستوں نے موصوف کو قائد اہلسنّت بنا کر دھونس جمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر اس لقب کا مولانا کو صحیح معنی میں قرار واقعی اہل بنا دے تو بخدا ہمیں کچھ بخل نہیں ہے۔ ان کے حلقہ اثر کے احباب اور نادان دوست ہماری ہر حق بات اور جائز موقف کے مقابلہ میں یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ "قائد اہلسنّت" ہیں۔ خدا تعالیٰ کو علیم و خبیر جان کر کسی بھی چپقلش و آویزش کے بغیر آج ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ قائد اہلسنّت کیسے کہلائے اور کس طرح بنے؟ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ بھٹو دور حکومت میں "بنگلہ دیش نامنظور" تحریک کے دوران جامعہ رضویہ مظہر العلوم ملتان میں مولانا عبدالستار خان نیازی کو پنجاب جمعیت العلماء پاکستان کا صدر بنانے کے لئے ایک اہم خصوصی میٹنگ ہوئی یہ فقیر راقم الحروف بھی اس میں موجود تھا۔ مختلف علماء اہلسنّت کی تقاریر و تجاویز کے بعد حضرت علامہ مفتی محمد ظفر علی نعمانی رضوی مدظلہ، مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی نے فرمایا "ٹھیک مولانا عبدالستار خان نیازی کو پنجاب جمعیت العلماء پاکستان کا صدر بنا دیا جائے مگر ایسا نہ ہو وہ ہر جگہ آنے جانے کا سلسلہ جاری رکھیں اور مخالفین اہلسنّت سے میل ملاپ و اتحاد کرتے پھریں" اس کے بعد مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم نے اپنے مضبوط سنی بریلوی ہونے کا زور آور انداز میں یقین دلایا اور بدمذہبوں سے کھلم کھلا اظہار بیزاری و لاتعلقی کا یقین دلایا اور مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم پنجاب جمعیت کے متفقہ صدر بن گئے۔ اس کے بعد حضرت علامہ مولانا حامد علی خان صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ "میرا دل چاہتا ہے کہ مولانا شاہ احمد نورانی کو ان کی دلیرانہ سیاسی خدمات پر قائد اہلسنّت کا

خطاب دوں" ان کی اس تجویز پر وہاں پر موجود بکثرت علماء اہلسنت میں سے کسی نے بھی تائید یا تردید نہ فرمائی اور دعا پر میٹنگ کا اختتام ہو گیا اور شرکاء میٹنگ کو کھانا کھلا دیا گیا۔

یہاں چند باتیں خصوصی غور و فکر کی مستحق ہیں۔ (۱) یہ جمعیت پنجاب کی میٹنگ تھی اس میں مسلمہ و سرکردہ اکابر اہلسنت موجود نہ تھے۔ مثلاً مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی، بحرالعلوم علامہ عبدالمصطفی ازہری شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی، یادگار اسلاف علامہ مفتی محمد تقدس علی خان قادری سابق مہتمم دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف شیخ المعقول علامہ غلام رسول رضوی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد، استاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی چشتی، علامہ ابو الاثر سید محمود احمد رضوی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت علماء پاکستان، علامہ ابو داؤد مولانا محمد صادق صاحب مدظلہ، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، فقیہ اعظم حضرت علامہ ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی، مفسر قرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی وغیرہم اور ان کے ہم پایہ سینکڑوں اکابر کرام موجود نہ تھے۔ اس لئے نورانی میاں مسلمہ و متفقہ قائد اہلسنت قرار نہیں دیئے جاسکتے۔

(۲) چونکہ اس زمانہ میں مولانا نورانی قومی اسمبلی میں جمعیت علماء پاکستان کی پارلیمانی پارٹی کے گروپ لیڈر تھے اور ملتان میں پنجاب جمعیت العلماء پاکستان کی میٹنگ تھی اس لئے ان کو زیادہ سے زیادہ اسمبلی میں پارلیمانی گروپ لیڈر کی حیثیت سے سیاسی قائد اہلسنت کہہ سکتے تھے۔

(۳) اور یہ محض سیاسی قائد اہلسنت تک محدود و مختص کرنا اس لئے بھی ضروری اور لازمی تھا کہ جس زمانہ میں ملتان پنجاب جمعیت کی یہ میٹنگ ہوئی تھی اس زمانہ میں شہزادہ اعلیٰ حضرت سیدنا مفتی اعظم علامہ الشاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب، امام الاکابر قطب مدینہ حضرت علامہ مولانا محمد ضیاء الدین قادری رضوی مدنی، برہان ملت علامہ مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی مفتی اعظم جبل پور، فاضل جلیل برادر زادہ اعلیٰ حضرت علامہ حسنین رضا خان صاحب بریلوی، حافظ ملت جلالۃ العلم۔ ولانا حافظ عبدالعزیز بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ، سید العلماء حضرت مولانا سیدنا سید آل مصطفیٰ میاں برکاتی سجادہ نشین

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، مخدوم العلماء علامہ سید مختار اشرف اشرفی کچھوچھوی، شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی، غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی، مفتی اعظم پاکستان علامہ سید ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری رضوی، مفتی اعظم دہلی علامہ مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی اور خود علامہ نورانی میاں کے استاذ محترم صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدست اسرارہم جیسے مسلمہ و سرکردہ اکابر و اعاظم علماء اہلسنّت .بفضلہ تعالیٰ بقید حیات زندہ و سلامت موجود تھے۔ ان حضرات کے جیتے جی اور ان کی موجودگی میں مولانا شاہ احمد نورانی خود ارشاد فرمائیں کہ وہ "قائد اہلسنّت" کیسے قرار دیئے جاسکتے تھے اور ان حضرات جیسے صف اول کے اکابر کی موجودگی میں انہیں قائد اہلسنّت کہنا کہلانا کس طرح روا کس طرح مناسب ہو سکتا ہے؟۔

(۴) اور پھر یہ تجویز تن تنہا حضرت مولانا حامد علی خان صاحب نقشبندی علیہ الرحمہ کی تھی جس کو محض "نتیجہ شفقت" ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۵) اور پھر اب مولانا شاہ احمد نورانی نے مستقل طور پر صلح کلی کا اتحادی نظریہ اپنا لیا اور بدمذہبوں کے ساتھ اتحاد و اشتراک میں پے در پے منسلک ہوتے چلے گئے۔ قومی اتحاد میں دیوبندی مفتی محمود کو اپنا صدر و قائد مان کر قائد اہلسنّت کس طرح کہلا سکتے ہیں۔

☆ اسمبلی میں ایک تو ہر جماعت کا اپنا اپنا پارلیمانی گروپ لیڈر (قائد) ہوتا ہے اور ایک قائد ایوان ہوتا ہے اس طرح تو زورا زوری قائد ایوان بھی قائد اہلسنّت کہلا سکتا ہے کہ بھئی قائد اہلسنّت تو میرے زیر قیادت ہے میں قائد کا بھی قائد اور قائد ایوان ہوں۔ ☆ تلخ نوائی معاف مولانا نورانی میاں کی استعداد و قابلیت اور سیاسی صلاحیتوں میں شک نہیں، سنا ہے وہ چھ سات زبانوں پر بھی عبور رکھتے ہیں مگر ان کی صلاحیتوں اور "نورانی بصیرت" سے سنیت اور جماعت اہلسنّت کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا۔ مولانا کے حامی و ہمنوا خوش ہوں یا ناراض ہوں مولانا نے اپنی جمعیت العلماء کو ایک علاقائی انجمن بنا دیا۔ حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو مرکزی صدارت سے ٹھکانے لگایا۔ مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید محمود احمد رضوی کو ٹھکانے لگایا۔ علامہ غلام علی اوکاڑوی کو ٹھکانے لگا۔

عثمان کینیڈی اور بھوپالی کو جبری ریٹائرمنٹ پر بھیج دیا۔ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری' علامہ مفتی ظفر علی نعمانی رضوی کو بڑی ہنرمندی سے فارغ کیا' مولانا عبدالستار خان نیازی سے دو ہاتھ کیئے۔ مولانا نورانی میاں کی فراست اور بصیرت سے بھرپور صلاحیتوں نے اہلسنّت کے بڑے بڑے برج الٹ دیئے اور جمعیت علماء پاکستان میں بار بار گروپ بندی ہوئی۔ جمعیت بار بار تقسیم ہو کر دھڑوں میں بٹ کر ایک گھریلو انجمن بن گئی اور اب ان کے زیر اہتمام جو جمعیت العلماء پاکستان ہے وہ ایک بس تو کیا ایک ویگن کی سواریوں کے برابر بھی نہیں۔ ان کی من پسند آئینی اور قانونی کرم باریوں کے باعث صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی کو بھی زورازوری سبکدوش کر دیا گیا اور جمعیت دو دھڑوں میں بٹ گئی بلکہ ایک دھڑا اور ایک دھڑی کیونکہ پاکستان بھر میں اس وقت علماء اہلسنّت کی غالب اکثریت صاحبزادہ حاجی فضل کریم کے والد ماجد حضرت محدث اعظم پاکستان قدس سرہ یا ان کے تلامذہ سے شرف تلمذ رکھتی ہے یا پھر حضرت غزالی زماں علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ رکھتی ہے لہٰذا ان کی ہمدردیاں مرکزی جمعیت العلماء پاکستان کے ساتھ ہونا ایک فطری عمل ہے۔ جمعیت بٹ گئی اور ٹوٹ گئی۔ اب جماعت اہلسنّت کی باری آئی اور اسے کراچی کی قربان گاہ پر لے جایا گیا اور حضرت ممدوح نے اسے اپنے مقدس ہاتھوں سے ذبح کرنا چاہا۔ اصلی حقیقی قدیمی جماعت اہلسنّت کو توڑ کر ایک فرضی جعلی بناسپتی نورانی برانڈ جماعت اہلسنّت بنا دی گئی۔ خدا جانے حضرت نورانی میاں کو جماعت اہلسنّت کو توڑنے اور پھر ایک جعلی جماعت اہلسنّت بنانے کا اختیار کس نے دیا اور جماعت کے دستور و منشور میں اس سراسر جارحانہ اقدام کی آئینی قانونی حیثیت کیا ہے۔ بزعم خود "قائد اہلسنّت" نے ایک چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے انداز میں اپنے زور بازو سے سب کچھ کر ڈالا اور اپنے خود ساختہ نورانی برانڈ امیر جماعت اہلسنّت کو متعارف کرانے کے لئے پنجاب لاہور اور ملتان کے دورہ پر پھولوں کے ہار پہنا کر اپنے ساتھ لے آئے اور ملتان میں آکر دنگل لگا دیا اور ایسے ایسے عقل شکن بلکہ سنیت شکن بیانات دیئے کہ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی نے محدث اعظم پاکستان علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد علیہ الرحمہ پر کفر کا فتویٰ دیا تھا اور یہ کہ جب

سے اب تک ملک میں رضوی سعیدی اختلاف موجود ہے اور یہ کہ کاظمی برادران نے سنی سیکرٹریٹ پر قبضہ کرلیا ہے اور اپنی ملکیت بنالیا ہے ایسے الزامات لگا کر مخالفین اہلسنت کو مواد فراہم کیا کہ وہ کہہ سکیں کہ یہ سنی بریلوی علماء صرف ہمیں ہی کافر نہیں کہتے بلکہ اپنے ہی ہم عقیدہ و ہم مسلک علماء کو بھی معاذ اللہ کافر قرار دیتے ہیں بہرحال اس طرح بلکہ ہر طرح اہلسنت میں نفاق و افتراق کا بیج بویا، کدورتیں اور نفرتیں پیدا کیں۔ اب جبکہ انہوں نے جمعیت اور جماعت میں دو دھڑے بناڈالے غیر جانبدار بلکہ اپنے مسلمہ بزرگ اکابرین پر صریح افترا کیا تو اہلسنّت کی بڑی اور بہت بڑی اکثریت کی ہمدردی سے محروم ہو گئے تو پھر انہیں قائد اہلسنّت کیسے مانا جاسکتا ہے۔ ☆ اور پھر ایک عام اصول ہے کہ سینٹ اور قومی اسمبلی کثرت رائے سے ایک شخص کو صدر مملکت منتخب کرتی ہے یا اسمبلی وزیراعظم منتخب کرتی ہے تو وہ صدر یا وزیراعظم بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سدابہار اور مدت العمر کے لئے نہیں ہوتا لیکن حضرت نورانی صاحب تو علماء اہلسنّت کے ووٹوں کی اکثریت سے بھی قائداہلسنّت قرار نہیں دیئے گئے تھے اور وہ ووٹوں کی اکثریت سے قائد اہلسنّت بنے ہوتے تو بھی ان کی مدت ختم ہو جاتی یا پارلیمانی پارٹی کے لیڈر بنے تھے تو نہ وہ اسمبلی رہی یا پارلیمانی پارٹی رہی اور نہ ہی مولانا نورانی میاں کو دوبارہ ممبر بننا اور منتخب ہونا نصیب ہوا۔ جتنی بار قومی اسمبلی کے امیدوار کے طور پر کھڑے ہوئے کبھی بھی دس پندرہ ہزار سے زیادہ ووٹ حاصل نہ کرسکے اور کامیاب نہ ہو سکے حتی کہ انہیں کراچی کا میدان چھوڑ کر علی پور اور ملتان میں امیدوار بننا پڑا اور ہربار ناکام ہوتے گئے۔ اہلسنّت نے حقیقتاً" مولانا کو مسترد کردیا اگر اس کے باوجود زورا زوری قائد اہلسنّت کہلائیں تو یہ ان کا کرم ہی کرم ہے۔ ویسے بھی انتخابات میں عوام اہلسنّت ان کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں اور مسلسل کرتے چلے آئے ہیں اس کی روشنی میں انہیں قائد اہلسنّت کہنا اور اس پر اصرار کرنا اہلسنّت کو رسوا کرنے اور بدنام کرنے کے سوا اور کیا ہے۔ ہندوستان میں حضرت علامہ مولانا الشاہ محمد ریحان رضا خان صاحب رحمانی میاں علیہ الرحمہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کو قائد اہلسنّت علماء اہلسنّت نے تسلیم کیا اور لکھا جاتا رہا پھر ان کے

وصال کے بعد علامہ مظفر حسین کچھوچھوی ممبر پارلیمنٹ کو قائد اہلسنت کہا جاتا رہا اور آجکل حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان صاحب الازہری القادری الرضوی کو قائد اہلسنّت کہا جاتا ہے اور بعض حضرات حضرت علامہ سید محمد حسینی اشرفی مصباحی ایڈیٹر سنی آواز ناگپور کو قائد اہلسنّت کہتے ہیں۔ اس صورت میں بھی حضرت نورانی میاں کو متفقہ و مسلمہ قائد اہلسنت قرار دینا حقائق کا منہ چڑانا ہے۔ ☆ بڑے طمطراق سے کہا جاتا ہے کہ حضرت علامہ کاظمی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا "نورانی میرا قائد ہے"۔ اول تو یہ محض نتیجہ شفقت ہو سکتا ہے۔ علامہ ممدوح علیہ الرحمہ تو اپنی حلیم و کریم افتاد طبع کے باعث بہت سے اصاغر علماء اور بعض معمولی پڑھے لکھے صوفی صاحبان کو حضرت قبلہ مولانا کہہ کر یاد فرماتے تھے۔ خطوط موجود ہیں اور یہاں صرف اور صرف میرا قائد ارشاد فرمایا اور یہ اس لئے کہ نورانی صاحب اس وقت جمعیت العلماء پاکستان کے صدر تھے۔ یہ قائد کہنا اس عنوان سے ہو سکتا ہے لیکن حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمہ' قائد اہلسنّت اس حیثیت سے کس طرح فرما سکتے ہیں کہ وہ پوری دنیائے سنیت پر حاوی تھے۔ علامہ کاظمی صاحب اپنے نامور و مسلمہ شیوخ فخر الاکابر علامہ سید محمد خلیل الکاظمی محدث امروہوی علیہ الرحمہ اور سیدنا مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کی موجودگی میں نورانی میاں کو دینی' مذہبی' روحانی قائد اہلسنّت اور ان حضرات کو مقتدی کیسے قرار دے سکتے ہیں۔

"کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا"

کیا اہلسنّت کی ندا یہی ہے؟

تحریر: محمد صدیق ہزاروی

تاریخ شاہد ہے کہ اہلسنّت و جماعت نے ہمیشہ محبت' امن و سکون' رواداری اور اخلاق حسنہ کا درس دیا اور ان ہی اوصاف جمیلہ کا عملی مظاہرہ بھی کیا اور یہ بھی ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کا طرہ امتیاز ادب و احترام کا درس دینا اور منافقت سے کوسوں دور بھاگنا بلکہ اس کے قلع قمع کے لئے کوشاں رہنا ہے اور دنیا اس بات سے بھی بخوبی واقف ہے کہ اہلسنّت و جماعت اور دیگر مکاتب فکر کے درمیان بنیادی فرق یہی ہے کہ اہلسنّت کے ہاں ذات خداوندی سے ایک عام مسلمان تک ہر ایک کے شایان شان اس کے احترام کا خیال رکھا جاتا ہے جب کہ دیگر مکاتب فکر کے ہاں ادب مفقود اور ظاہر و باطن میں تفریق نمایاں ہے۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں کچھ مفاد پرست اور سیاسی میدان میں صلاحیتوں کی بجائے دیگر غیر مناسب اور مذموم ذرائع کے ذریعے قیادت کے خواب دیکھنے والوں نے قومی' ملی اور مسلکی مفادات اور اخلاق حسنہ سے متعلق اسلامی تعلیمات کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

ان حضرات کے نزدیک دورنگی گفتگو میں لچرپن اور بازاری زبان کا استعمال اور تحریر میں حیا باختگی اور اپنوں ہی کی چادر عزت کو تار تار کرنا قابل فخر کارنامہ قرار پاتا ہے۔ راقم سمیت ہر سنجیدہ شخص ایسے لوگوں کی مجالس میں شرکت' ان کی تقاریر کی سماعت اور ان کی غیر اخلاقی تحریرات پڑھنے سے اجتناب کرتا ہے لیکن تابہ کہ جب پیمانہ صبر لبریز ہو جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے قائدین نامعلوم وجوہ کی بنیاد پر ان کو لگام ڈالنے میں ناکام رہتے ہیں تو مجبوراً ان بیہودہ حرکات کا نوٹس لینا ضروری ہو جاتا ہے۔

"ماہنامہ ندائے اہلسنّت" جمعیت علماء پاکستان کا غیر رسمی ترجمان ہے لیکن اس رسالے نے اس جماعت کو بدنام کرنے کے سوا کچھ نہیں دیا جس جماعت کی بنیا حضرت غزالی زماں امام اہلسنت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اور غازی کشمیر علامہ سید ابو

الحسنات رحمۃ اللہ علیہ ایسے سنجیدہ اور حسن اخلاق کے پیکر علماء نے رکھی تھی۔

شروع شروع میں جب اس رسالے کا اجراء ہوا تو اس کی انتظامیہ نے راقم کا نام بھی (کسی اجازت کے بغیر) اس کی مجلس مشاورت یا مجلس تحریر میں لکھا لیکن جب اس رسالے نے اپنے مذموم مقاصد کو صفحات کی زینت بنانا شروع کیا تو راقم کے خیر خواہ، مہربان اور شفیق بزرگوں نے یہ مشورہ دیا کہ اس قسم کے رسالے میں سنجیدہ حضرات کا نام ان کی عزت پر سیاہ دھبہ ہے۔ چنانچہ راقم نے اس رسالے کی انتظامیہ سے معذرت کرلی بلکہ خدا شاہد ہے موقعہ بموقعہ ان کو سنجیدگی اختیار کرنے اور اتحاد کی فضا پیدا کرنے کے لئے گذارش بھی کی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا مشورہ ان کے مشن کے خلاف ہونے کی وجہ سے طاق نسیاں کی زینت بن گیا۔

اپنے ذہن کو صاف رکھنے کے لئے راقم نے بھی "ندائے اہلسنت" کو طاق نسیاں کی زینت بنایا لیکن حال ہی میں فروری ۲۰۰۲ء کا شمارہ جس کے سرورق پر فروری ۲۰۰۱ء درج ہے کی طرف راقم کی توجہ دلائی گئی تو پتہ چلا کہ حیا کی چادر کو چیتھڑے چیتھڑے کیا گیا اور سیاسی اختلافات کو (جو ہر جگہ ہوتے ہیں) مفاد پرستی کی بھینٹ اور وہ بھی بھونڈے طریقے سے چڑھایا گیا۔

"ندائے اہلسنت" کے رئیس التحریر جو انتشار و افتراق کی فضا پیدا کرنے کے سلسلے میں ایک معروف شخصیت ہیں ماشاء اللہ عالم دین بھی ہیں۔ ان کی رگوں میں ہاشمی خون بھی دوڑتا ہے۔ ان کی خامہ فرسائی پر انگشت بدنداں ہیں کہ یہ جبہ و دستار اور یہ انداز تحریر؟

ندائے اہلسنّت فروری ۲۰۰۲ء کی اشاعت میں صفحہ ۴۶ پر موصوف نے حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کے حضور خراج تحسین و عقیدت پیش فرمایا جسے ہر دانش مند اور سنجیدہ شخص اس سے زائد نہیں تو کم از کم منافقت اور لچرپن کا حسین امتزاج ضرور قرار دے سکتا ہے۔

حضرت غزالی دوراں رحمۃ اللہ علیہ کے صاجزادگان سے ہزار اختلاف رکھنے والا شخص بھی

ان کی سنجیدگی، متانت، گفتگو میں شائستگی، شرافت، دیانت اور علمی صلاحیتوں پر انگلی نہیں اٹھا سکتا لیکن موصوف شاعر و عالم دین نے حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو سکون پہنچانے کے لئے ان صاجزادگان والاتبار کے بارے میں جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ صرف انہی کا حصہ ہے۔ راقم دل پر پتھر رکھ کر وہ الفاظ نقل کر رہا ہے تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ اکابر اہلسنت کی امانت "جمعیت علماء پاکستان" کی قیادت میں کیسے کیسے لوگ شامل ہیں۔

موصوف نے حضرات صاجزادگان والاشان کے بارے میں یہ نازیبا الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔ "مال و دولت کے غلام"، "پارہ نان کو سلام کرنے والے"، "غیر عالم"، "غبی"، تقویٰ سے خالی"، "ناتمام" وغیرہ وغیرہ۔

اگر علامہ شاہ احمد نورانی نے ندائے اہلسنت میں چھپنے والے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائے ہیں تو ان کا اخلاقی، شرعی اور منصبی فرض بنتا ہے کہ ایسے دریدہ دہن اور بے ہودہ شخص سے فی الفور باز پرس کریں اور حضرات صاجزادگان سے معذرت اسی ندائے اہلسنت میں شائع کی جائے۔ بصورت دیگر ہر غیرت مند سعیدی کا فرض ہے کہ اگر وہ اس جماعت سے وابستہ ہے تو فی الفور الگ ہو کر اپنے مرشد گرامی کی روح کو سکون پہنچائے۔

ندائے اہلسنت کے رئیس التحریر کو حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کے صاجزادگان پر غصہ کیوں آیا تو وہ خود ہی اپنی اس نظم میں اس کی وجہ ان الفاظ میں بتاتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ "تیرے بیٹے دشمنان شاہ نورانی ہوئے" اور فرماتے ہیں۔ "تیرے بیٹے شاہ نورانی کے باغی ہو گئے" اور دوسری بات غالباً برکاتی فاؤنڈیشن کی برکات سے موصوف کی محرومی ہے اور ان کے خیال میں حضرت صاجزادہ سید حامد سعید کاظمی زید مجدہ تنہا ان برکات سے متمتع ہو رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ "صاجزادہ حامد سعید کاظمی خدا کا خوف کریں اور برکاتی فاؤنڈیشن کی برکات میں اتنے گم نہ ہو جائیں کہ انہیں خود آخرت میں اپنی درفشانی کا حساب دینا پڑ جائے۔

درفشانی سے ان کی مراد شاید یہ ہے کہ مولانا سید عرفان مشہدی جو آج تک فکر

رضا کا علم تھامے حضرت نورانی میاں کو اہل سنت سے خارج قرار دیتے رہے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس کی طرف توجہ دلائی، موصوف دوپہر کے وقت سورج کا انکار کریں تو الگ بات ہے ورنہ دنیا جانتی ہے کہ سید عرفان مشہدی نے بارہا یہ بات فرمائی ہے۔

جہاں تک حضرت نورانی میاں سے بغاوت کا تعلق ہے تو موصوف کو یاد ہونا چاہئے کہ اہل سنت و جماعت نے ان کی قیادت کو تسلیم کیا تھا اور آج بھی ایسا ممکن ہے لیکن یہ بغاوت کا راستہ کس نے دکھایا تو وہ نورانی میاں کے آپ جیسے عقیدت مندوں کی کارستانیاں ہیں اور آج صورت حال یہ ہے کہ قائد اہلسنّت کو آپ حضرات کی مہربانیوں اور خود ان کی چشم پوشیوں کی وجہ سے خطاب کے لئے منصورہ کا سہارا لینا پڑتا ہے تاکہ کوئی سننے والا مل جائے اور شرمندگی کے خوف سے امریکہ کے خلاف ریلی قاضی حسین احمد کے حوالے کرنا پڑتی ہے۔ کیا عالمی مبلغ اسلام آپ جیسے لوگوں کی چالوں سے آگاہ نہیں ہو سکے کہ چند حاشیہ برداروں کی وجہ سے جمعیت علماء پاکستان کو کیسے کیسے قیمتی موتیوں سے محروم کر دیا۔

جہاں تک دولت پرستی کا تعلق ہے تو شاید آپ مخالفت میں اپنے حافظے سے بھی محروم ہو چکے ہیں۔ تنظیم المدارس اور جماعت اہلسنّت اس بات پر گواہ ہیں کہ حضرت جانشین غزالی زماں علامہ سید مظہر سعید کاظمی مدظلہ ہمیشہ اپنی جیب سے ہوائی جہاز کا کرایہ خرچ کر کے اجلاسوں میں شرکت فرماتے رہے جبکہ آپ حضرات کو مسلک کی فکر کی بجائے روٹی کی کس قدر فکر ہے۔ اسی رسالے کے صفحہ ۴۳ کے آخر میں یہ جملہ پڑھ لیجئے "بعد میں جماعت اسلامی نے تمام شرکاء کو بہترین کھانا پیش کیا" اگر بقول آپ کے (مجھے معلوم نہیں) حضرت صاحبزادہ حامد سعید کاظمی برکاتی فاؤنڈیشن کی برکات سے متمتع ہو رہے ہیں تو پہلی بات تو یہ ہے کہ یقیناً وہ جماعتی معاملہ ہوگا ذاتی نہیں اور اگر ذاتی بھی ہو تو کم از کم برکاتی فاؤنڈیشن والے اہل سنت تو ہیں بہترین کھانے کے لئے ان کو کسی بدمذہب کے دروازے پر تو نہیں جانا پڑتا۔

رئیس التحریر نے ایک اور بات کی گردان کی حد تک رٹ لگائی ہے کہ حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نورانی میاں کو اپنا قائد تسلیم کیا لہٰذا ان کے صاحبزادگان کو بھی ایسا کرنا چاہئے اور ان پر یہ بات فرض ہے۔۔۔ تو اس سلسلے میں ہماری گذارش ہے کہ یہ حضرت غزالی زماں کا بڑا پن تھا اور اس وقت کے حالات کا تقاضا یہی تھا ورنہ علمی اور شخصی اعتبار سے یقیناً حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کے بھی قائد تھے اور موصوف نے اپنے ایک مضمون میں اس بات کو تسلیم بھی کیا اسی رسالے کے صفحہ ۱۲ پر وہ رقم طراز ہیں۔۔۔ "کیونکہ ان کے والد ماجد پوری سنی قوم کے پیشوا تھے"

ہم نے جماعت اہلسنت اور جمعیت علماء پاکستان کے حوالے سے اعتراضات اور ان کے جوابات سے اعراض کیا کیونکہ یہ ہمارا منصب نہیں۔ ہم نے ان چند سطور کے ذریعے ندائے اہلسنت کے رئیس التحریر کی اخلاقی پستی ان ہی کی تحریر کے آئینے میں دکھانے کی کوشش کی ہے تاکہ انصاف پسند حضرات کے لئے فیصلہ کرنا آسان ہو جائے۔

ہم اپنی اس تحریر کے ذریعے حضرت علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں ان کی جماعت کے غیر ذمہ دار حضرات کی تمام حرکات ان کے کھاتے میں جاتی ہیں لہٰذا ان کا فرض ہے کہ ان لوگوں کی گوشمالی بھی کریں اور اولاً" تو اس اختلاف کو ختم کرنے کی کوشش فرمائیں اور اگر ایسا نہ ہوسکے تو کم از کم اخلاقی اقدار کی پابندی کو یقینی بنائیں۔

مولانا شبیر ہاشمی نے وقت کی نزاکت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مخدوم اہلسنت حضرت استاذ العلماء مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے ناکام سعی بھی فرمائی ہے لیکن اسی ندائے اہلسنت کے صفحات گواہ ہیں کہ موصوف حضرت قبلہ مفتی صاحب کے بارے میں کیا کیا گوہر افشانی فرماتے رہے ہیں۔ لوگوں کے حافظے کمزور نہیں ہیں اور الحمدللہ! موصوف کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت قبلہ صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی اور حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی میں کوئی اختلاف نہیں اور اس سلسلے میں انتشار پسند طبقہ کی مذموم سعی کبھی کامیاب نہیں ہوگی۔ (بشکریہ السعید)